بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورة الحجر

(۲)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ﴿۲۶﴾ وَالۡجَآنَّ خَلَقۡنٰهُ
مِنۡ قَبۡلُ مِنۡ نَّارِ السَّمُوۡمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ

(یہ ابلیس کے فریب میں آئے ہوئے لوگ ہیں)۔ ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے بنایا تھا اور اِس سے پہلے جنوں کو لو کی لپٹ سے پیدا کیا تھا۔[59] اِنھیں یاد دلاؤ، جب تمھارے

[59] یہ آگے کی بات کے لیے تمہید ہے اور ابلیس و آدم کی بناے مخاصمت کو واضح کرنے کے لیے بیان کی گئی ہے۔ اِس سے اِن مخلوقات کے عناصر خلقت کا سراغ دینا مقصود نہیں ہے۔ تاہم اتنی بات اِس سے یقیناً واضح ہو جاتی ہے کہ انسانوں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جنوں کو لو کی لپٹ سے پیدا کیا۔ پھر انسان کو مٹی سے بنانے کا فیصلہ کیا تو اُس کا حیوانی وجود بالکل اُسی طرح زمین کے پیٹ میں تخلیق فرمایا، جس طرح وہ اب ماں کے پیٹ میں تخلیق کیا جاتا ہے۔ قرآن کے اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس کی صورت غالباً یہ ہوئی کہ دریاؤں اور سمندروں کے کنارے کی کیچڑ میں کسی جگہ نطفہ کے قسم کی کوئی چیز پیدا ہوئی جس کے اوپر کی کیچڑ خشک ہو کر بیضے کی شکل اختیار کر گئی۔ قرآن نے اِسی کو کھنکھناتی مٹی سے تعبیر کیا ہے۔ تخلیق کے مختلف مراحل سے گزر کر انسان اُس بیضے سے اُسی طرح نمودار ہو گیا، جس طرح انڈوں سے بچے نکلتے ہیں۔ تمام جان دار پہلے مرحلے میں غالباً اِسی طریقے سے پیدا کیے گئے۔ پھر اُن کا

صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیۡتُہٗ وَنَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَہٗ سٰجِدِیۡنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّہُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ اَبٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا لَکَ اَلَّا تَکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ ﴿۳۲﴾

پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں۔ سو جب میں اُس کو پورا بنالوں اور اُس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں[۶۰] تو تم سب اُس کے آگے سجدہ ریز ہو جانا[۶۱]۔ پھر (ہوا یہ کہ) تمام فرشتے سجدے میں گر پڑے (اور جنات بھی[۶۲])، ابلیس کے سوا۔ اُس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ خدا نے پوچھا: اے ابلیس، تیرا کیا

تسویہ ہوا اور اُن میں اپنی نسل آپ پیدا کر لینے کی صلاحیت ودیعت کر دی گئی۔ قرآن مجید میں 'اَنۡشَاَکُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ*' اور 'اَنۡۢبَتَکُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا**' کی تعبیرات اِسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

۶۰؎ یہ امور متشابہات میں سے ہے جن کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تاہم اتنی بات واضح ہے کہ یہی وہ لطیف پھونک ہے جس سے انسان کے حیوانی وجود میں وہ چیز داخل ہوئی جسے انسان کہا جاتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں بھی یہ اِسی مرحلے میں پھونکی جاتی ہے۔ اِس سے پہلے انسان، انسان نہیں ہوتا، صرف ایک حیوان ہوتا ہے جو تخلیق کے مختلف مراحل سے گزر کر انسانی شخصیت کے لیے ایک ایسا قالب بن جاتا ہے کہ اب اُس میں یہ روح پھونک دی جائے۔

۶۱؎ یہ حکم امتحان کے لیے دیا گیا۔ اِس سے مقصود یہ تھا کہ آدم پر واضح ہو جائے کہ اصلی سرفرازی نور یا نار سے پیدا ہونے میں نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں ہے۔

۶۲؎ آگے 'اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ' کے الفاظ ہیں۔ قرآن میں صراحت ہے کہ ابلیس جنات میں سے تھا۔ اِس سے آپ سے آپ واضح ہوا کہ جنات چونکہ اپنی خلقت کے لحاظ سے فرشتوں سے زیادہ دور نہیں ہیں، اِس لیے اُنھیں جب سجدے کا حکم دیا گیا تو علیٰ سبیل التغلیب جنات بھی اِس حکم میں شامل تھے۔ یہ بات چونکہ 'اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ' کے استثنا سے واضح

---

* ہود ۱۱: ۶۱۔ النجم ۵۳: ۳۲۔ ''اُس نے تمھیں زمین سے پیدا کیا۔''

** نوح ۷۱: ۱۷۔ ''اللہ ہی نے تمھیں خاص اہتمام کے ساتھ زمین سے اگایا۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

قَالَ لَمۡ اَكُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ
فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ ﴿۳۴﴾ وَّ اِنَّ عَلَيۡكَ اللَّعۡنَةَ اِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ
رَبِّ فَاَنۡظِرۡنِىۡۤ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الۡمُنۡظَرِيۡنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى يَوۡمِ
الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغۡوَيۡتَنِىۡ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَلَاُغۡوِيَنَّهُمۡ

معاملہ ہے کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہیں ہوا؟ اُس نے جواب دیا: میں اِس کے لیے تیار نہیں کہ ایک ایسے بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے[۶۳]۔ فرمایا: (یہ بات ہے) تو یہاں سے[۶۴] نکل جا، اِس لیے کہ تو راندۂ درگاہ ہے اور تجھ پر روز جزا تک لعنت ہے۔ اُس نے عرض کیا: پروردگار، پھر مجھے اُس دن تک کے لیے مہلت دے دے، جب لوگ اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا: تو بھی اُنھی میں سے ہے جنھیں اُس مقرر وقت کے دن تک کے لیے مہلت دی گئی ہے۔ اُس نے کہا: پروردگار، جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے[۶۵]، اُسی طرح اب میں بھی اِن کے لیے زمین

ہو جاتی ہے، اِس لیے قرآن نے اِسے الفاظ میں بیان نہیں کیا۔

۶۳؎ انسان جب علم، دولت، حسن یا اقتدار میں اپنے آپ کو دوسروں سے برتر دیکھتا ہے تو ابلیس کا یہی استدلال ہے جو اُسے حق کے مقابل میں اکڑنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اپنی خلقت کے لحاظ سے فرشتے جنات سے بھی برتر تھے، مگر اُنھوں نے یہ احمقانہ استدلال نہیں کیا، بلکہ سجدے کے حکم کو خدا کا امتحان سمجھا اور بغیر کسی تردد کے امتثال امر کے لیے تیار ہو گئے۔

۶۴؎ یعنی آسمان سے، جہاں ابلیس بھی فرشتوں کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ عربی زبان میں آسمان کے لیے 'السَّمَآء' کا لفظ ہے۔ آیت میں 'هَا' کی ضمیر اِسی کے لیے آئی ہے۔

۶۵؎ آیت میں اِس کے لیے 'بِمَآ اَغۡوَيۡتَنِىۡ' کے الفاظ آئے ہیں۔ ابلیس نے یہ بات کیوں کہی؟ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ''اِغۡوَا' کے معنی گمراہ کرنے کے ہیں۔ چونکہ ابلیس آدم کو سجدہ نہ کرنے کے معاملے میں اپنے آپ کو بجانب حق خیال کرتا تھا، اِس وجہ سے اُس نے نہایت گستاخانہ انداز میں فعل 'اِغۡوَا' کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب کیا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ
مُسۡتَقِیۡمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَكَ عَلَیۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡغٰوِیۡنَ ﴿۴۲﴾
وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوۡعِدُهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبۡعَةُ اَبۡوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنۡهُمۡ جُزۡءٌ

میں دل فریبیاں پیدا کروں گا اور اِن میں سے تیرے منتخب بندوں کے سوا سب کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ فرمایا: یہ (بندگی کا راستہ) ایک سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچانے والا ہے[۶۶]۔ میرے بندوں پر تیرا ہرگز کوئی زور نہیں چلے گا۔ تیرا زور صرف اُنھی پر چلے گا جو بہکے ہوئے لوگوں میں سے تیری پیروی کریں گے[۶۷] اور اِن سب کے لیے جہنم کا وعدہ ہے[۶۸]۔ اُس کے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے کے لیے اُن

مطلب یہ کہ اگر میں اِس حکم کی عدم تعمیل کے باعث سے گمراہ ٹھیرا تو اِس میں میرا قصور نہیں ہے، بلکہ یہ حکم ہی ایسا تھا کہ میں اِس کی تعمیل نہیں کر سکتا تھا۔ اِس وجہ سے اگر میں اِس کے سبب سے گمراہ ہوا تو اِس پر تو نے ہی مجھے مجبور کیا۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۳۵۹)

۶۶؎ اصل الفاظ ہیں: 'هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسۡتَقِیۡمٌ'۔ اِن میں 'صِرَاط' کے بعد 'عَلٰی' عربیت کے خاص اسلوب کے مطابق آیا ہے۔ قرآن اور کلام عرب، دونوں کے شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان میں یہ اسلوب اُس وقت اختیار کیا جاتا ہے، جب کسی راستے کے بارے میں یہ بتانا مقصود ہو کہ وہ ایسا سیدھا ہے کہ اپنے رہرووں کو خود منزل پر لا ڈالتا ہے۔

۶۷؎ اِس سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ شیطان اُنھی کو گمراہ کر سکتا ہے جو خود گمراہ ہونا چاہتے ہوں۔ اللہ کے جو بندے گمراہی سے بچنے کا ارادہ کر لیں اور سیدھی راہ کے سچے طالب بن کر زندگی بسر کریں، اُن پر اُس کی ترغیبات کبھی اِس درجے میں اثر انداز نہیں ہوتیں کہ وہ کسی ایسی گمراہی میں پڑ جائیں جو باعث ہلاکت ہو۔

۶۸؎ اصل الفاظ ہیں: 'اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوۡعِدُهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ'۔ اِن میں زور لفظ 'اَجۡمَعِیۡن' پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ ابلیس کے قول 'لَاُغۡوِیَنَّهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ' کے جواب میں استعمال فرمایا ہے۔ اُس نے بڑے طنطنے کے ساتھ دعویٰ کیا کہ میں سب کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ اُس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اُسی زور کے ساتھ فرمایا کہ پھر میں بھی اُن سب کو جہنم رسید کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾
وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ
فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾

میں سے ایک حصہ خاص کر دیا گیا ہے[۶۹]۔ (اِس کے برخلاف) جو خدا سے ڈرنے والے ہیں، وہ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ (اُن سے کہا جائے گا): اِن میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر رہو۔ اُن کے سینوں کی کدورتیں ہم نکال دیں گے۔ وہ آمنے سامنے تختوں پر بھائی بھائی کی طرح بیٹھے ہوں گے۔ اُنھیں وہاں نہ کوئی تکان لاحق ہوگی[۷۰] اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔ ۲۶-۴۸

[۶۹] مطلب یہ ہے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ایسی جہنم کہاں سے مہیا ہوگی جو اتنے سب لوگوں کو اپنے اندر سمیٹ لے۔ اِس طرح کے مجرموں کے لیے جو جہنم تیار کی گئی ہے، وہ ایسی وسیع ہے کہ اُس کے سات دروازے ہوں گے جن سے جہنمیوں کے گروہ اُن کے جرائم کے لحاظ سے الگ الگ داخل کیے جائیں گے۔ قرآن نے جن چیزوں کو اصلی مہلکات قرار دیا ہے، وہ اگر شمار کی جائیں تو سات عنوانات کے تحت آ جاتی ہیں*۔ شیطان اُنھی میں سے کسی ایک یا سب میں مبتلا کر کے لوگوں کو جہنم کے راستے پر ڈالتا ہے۔ یہ درجہ بندی غالباً اِنھی مہلکات کے لحاظ سے ہوگی۔

[۷۰] یہ کس درجے کی نعمت ہے؟ استاذ امام لکھتے ہیں:

''...بہتر سے بہتر عیش و آرام کی زندگی بھی کسی کو حاصل ہو، لیکن اُس میں تجدد و تنوع نہ ہو تو آدمی بجھ کے رہ جاتا ہے۔ جنت میں اہل جنت کو اِس صورت حال سے سابقہ پیش نہیں آئے گا۔ اُس میں ابدی عیش و آرام کی زندگی بھی ہوگی اور ہر لحہ خدا کی نعمتوں میں ایسی گوناگونی و بوقلمونی بھی ہوگی کہ اہل جنت کی طبیعت کبھی اُس سے اچاٹ نہیں ہو گی۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۳۶۲)

[باقی]

* بنی اسرائیل ۱۷: ۲۲-۳۹۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org